رنج دنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہیں
جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہیں
کربلا پہنچے، زیارت کی ہمیں پروا ہے کیا
اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہیں
در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے
سر جہاں رکھتے ہیں سب، ہم واں قدم رکھتے نہیں
صورتِ محراب خم ہو کر بصد عجز و نیاز
سر نہ رکھیں گر، تو منبر پر قدم رکھتے نہیں
دیکھنا، کل ٹھوکریں کھاتے پھریں گے ان کے سر
آج نخوت سے زمیں پر جو قدم رکھتے نہیں

دھو دیے اشکوں نے دفترِ تمام اعمالِ زشت
ہم تری پروا کچھ اے ابرِ کرم رکھتے نہیں
جو سخی ہیں، مالِ دنیا سے ہیں خالی ان کے ہاتھ
اہلِ دولت جو ہیں، وہ دستِ کرم رکھتے نہیں
جو مقدر ہے، وہ ملتا ہے تری سرکار سے
ہم ہیں صابر، کچھ خیالِ بیش و کم رکھتے نہیں

ق

زور سے اس کے لیا ہے ہم نے میدانِ سخن!
اور نیزہ ہاتھ میں غیر از قلم رکھتے نہیں
یہ دوات و خامہ ہے ملکِ فصاحت کا نشاں
کون کہتا ہے کہ ہم طبل و علم رکھتے نہیں

نقدِ جاں تک دے کے ہم جاتے ہیں یاں سے وقتِ کوچ
عاریت جو شے ہو، اس کو پاس ہم رکھتے نہیں
ایک کشکولِ توکل، ایک نقدِ جاں ہے پاس
ہیں غنی دل کے، کوئی دام و درم رکھتے نہیں
کہتے تھے سجاد کھنچ سکتی نہ تھیں جب بیڑیاں
کیا کریں اس بوجھ کی طاقت قدم رکھتے نہیں

ق

کہتی تھی فضہ کسے لوٹو گے آ کر ظالمو!
سیم و زر شبیر کے اہلِ حرم رکھتے نہیں

فقر و فاقہ میں ہمیشہ ہو گئی سب کی بسر
ان ردأوں کے سوا کچھ اور ہم رکھتے نہیں
یہ مکاں محبوبِ حق کا ہے، نہ آنا اس طرف
بے اجازت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں

چادریں چھینیں جو رانڈوں کی تو زینب نے کہا
کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہیں
مرثیہ اک دن میں کیا سب کہہ کے اٹھو گے انیس
ہاتھ سے کیوں آج قرطاس و قلم رکھتے نہیں